گھر میں خواتین کے حقوق کے بنیادی اصول

مؤلف: حجۃ الاسلام والمسلمین سید اسحاق حسنی کوہساری

مترجم: مولانا سید محمد باقر

خلاصہ

اسلام نے بغیر کسی افراط و تفریط کے حقیقت پسندی اور مقصدیت جیسے دو اصولوں پر نظر رکھتے ہوئے خاندان کے استحکام اور خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایک خاص حقوقی نظام قائم کیا ہے۔ اسلام کے حقوقی نظام میں عورت و مرد کے درمیان پائے جانے والی مشترکہ خصوصیات اور اختلافات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور گھر کی بنیاد کو بچاتے ہوئے کوشش کی گئی ہے کہ خواتین کے حقوق کا دفاع کیا جائے۔ دو اصول یعنی گھر کے ثبات و استحکام اور میاں بیوی کا ایک دوسرے سے وابستہ ہونا اور دوسرا اصول یعنی میاں بیوی کا مستقل ہونا اور عورت کی شخصیت و حقوق کا تحفظ ان کے درمیان توازن برقرار کرنے کی کوشش کی گئی ہے لہٰذا اس نظام میں جب تک شوہر و بیوی کی آزادی گھر کی بنیاد کو نقصان نہ پہنچائے انھیں آزادی دی گئی ہے اور ہر کوئی بغیر کسی جھجھک کے پوری آزادی کے ساتھ اپنے حقوق سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مالکیت کا حق، ہمسر کے انتخاب کا حق، سیاسی سرگرمیوں میں شریک ہونے کا حق منجملہ ان حقوق میں سے ہیں جنہیں بیوی آزادی کے ساتھ استعمال کر سکتی ہے لیکن گھر چلانے جیسے امور میں اسے شوہر کا تابع قرار دیا گیا ہے۔

اس مضمون میں گھر کے لیے مدیر و سربراہ کی ضرورت کے ساتھ ساتھ مردوں کے ذریعے اسے چلانے اور اسلامی حقوق اور فقہی اصولوں کے مطابق اس کے اثرات کے حوالے سے مختلف آراء اور نظریات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

انسانوں کے حقوق بالخصوص عورت کے حق کے سلسلہ میں مختلف ادیان، کلچر اور مکتب فکر،ایک نظریہ نہیں رکھتے ہیں اور ان ہی نظریوں کا مختلف ہونا اگر ارادوں اور نفسانی خواہشوں کے ساتھ ہو تو عورتوں کے حقوق میں اکثر و بیشتر بدلاو دیکھنے کو ملتا ہے۔

یونان جہاں شادی کو ایک طرح کا لین دین سمجھا جاتا تھا[1]؛ روم جہاں عورت کو اپنی حیات و موت پر اختیار نہیں تھا اور شوہر کے مرنے کے بعد اسے گھر کے بڑے بیٹے کی ملکیت میں دے دیا جاتا تھا[2]؛ ہندوستان اور منو سمریتی میں عورت کو ذلت و خواری کا سر چشمہ اور حیات خاکی میں لڑائی و فساد کا سبب سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح سے قدیم ایران میں بھی عورت کے پاس کوئی حق نہیں تھا وہ یا تو قبیلہ کے سردار یا خاندان کے بزرگ افراد کی سرپرستی میں ہوتی تھی[3]۔ زمانہ جاہلیت میں نجد و حجاز میں بھی دوسرے ممالک کی طرح عورتوں کو حقارت و ذلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، بعض علاقوں میں لڑکیوں کے پاس حق حیات نہیں تھا۔ انھیں زندہ در گور کر دیا جاتا تھا اور مختلف قسم کی شادیاں جیسے شغار، بدل، استبضاع اور جمع رائج تھیں۔ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی طریقہ سے عورتوں کے حقوق کو نظرانداز کرنے کا سبب تھا۔

ہر صدی میں حتی اس صدی میں بھی خاص کر یورپ میں عورتوں کو مذکورہ محرومیت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ انسانیت کے دلفریب نعروں، علم و صنعت کی ترقی و توسیع، بڑے بڑے کارخانوں کا وجود اور اور کام کے لئے سستے مزدور کی ضرورت منجملہ ان عوامل میں سے ہے جو عورت و مرد کی برابری کے لئے فیمینیسم جیسی تحریک کے وجود میں آنے کا سبب بنا۔ وہ تحریک جو یورپ میں عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے قائم ہوئی چونکہ دیر سے اسکی اہمیت کی جانب متوجہ ہوئے لہٰذا نہایت عجلت میں اسے بنایا گیا اور احساسات و جذبات عقل و خرد پر غالب آگئے لہٰذا ہر خشک و تر ایک ساتھ جل گیا۔ یہ تحریک معاشرہ اور خود عورت کے لئے سوغات کے طور پر مختلف قسم کی بدقسمتی و مجبوری لے کر آئی۔ برطانیہ جو دنیا کا سب سے قدیمی جمہوری ملک ہے، بیسویں صدی کے آغاز میں وہ عورت و مرد کے مساوی حقوق کا قائل ہوا۔ امریکہ نے اٹھارویں صدی میں حقوق بشر کی اہمیت اور ضرورت کا اعتراف کیا لیکن سن ۱۹۲۰ میں سیاسی طور پر عورت و مرد کے درمیان مساوی حقوق کو نافذ کیا[4]۔

یہ تحریک اگرچہ آزادی و خواتین کے حقوق کی پاسداری و تحفظ کے نعرے کے ساتھ وجود میں آئی تھی لیکن بجائے اسکے کہ وہ خواتین کو مرد اور سماج کے ظالم چنگل سے نجات دلاتی اسے اخلاقی پابندیوں سے آزاد کر دیا

۱۔ ویل ڈورنٹ؛ تاریخ تمدن، ص ۹۰۔۸۹
۲۔ آلبر مالہ و ژول ایزاک، تاریخ ملل شرق، ص ۱۰۳۔۹۰
۳۔ کریسٹیین سن، آرتور؛ ایران در زمان ساسانیان، ص ۴۳۳
۴۔ مطہری، مرتضی، نظام حقوق زن در اسلام، ص ۲۱۶۔۱۶۳

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کی بنیاد متزلزل ہوگئی اور رشتے نابودی کی کگار پر آگئے۔ عورت و مرد کے حقوق کی برابری کا رجحان سبب بنا کہ اقوام متحدہ نے سن ۱۹۷۹ میں قانون تصویب کیا کہ عورتوں کے خلاف ہر قسم کی تبعیض کو ختم کیا جائے حالانکہ زیادہ تر گذشتہ تمدن و ثقافت میں عورتوں کے حقوق کو اندیکھا کیا گیا تھا اور موجودہ تمدن میں بھی آزادی کے نام پر اسے اور بھی غلام بنا دیا گیا۔ اسلام کے حقوقی نظام میں ابتدا ہی سے، خواتین کے حقوق کے حوالے سے افراط و تفریط سے دور حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کیا گیا۔ پیش نظر مضمون میں اسلامی حقوق کے قوانین و اصولوں کی بنیاد پر گھر میں خواتین کے حقوق اور شوہر کی سرپرستی کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۔ **مالی حقوق میں خواتین کا مستقل ہونا:** اسلام کی نظر میں مالی حقوق کے اعتبار سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا، پوری تاریخ میں خواتین میراث و ملکیت کے حق سے محروم تھیں لیکن اسلام میں خواتین نہ صرف یہ کہ حق ملکیت رکھتی ہیں بلکہ مردوں کی طرح معاشیات میں بھی مستقل ہیں[۱]۔ خواتین کا یہ حق سورہ نسا کی آیت نمبر ۳۴ سے ماخوذ ہے۔

۲۔ **سیاسی حقوق میں خواتین کا مستقل ہونا:** اسلامی حقوقی نظام میں عورت و مرد مساوی طور پر سیاسی حقوق رکھتے ہیں اور دونوں ہی ان حقوق سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر جس دور میں عورت کو حق حیات حاصل نہیں تھا، اس وقت تاریخ اسلام میں جو پہلی بیعت لی گئی وہ بیعت عقبہ یا بیعت النسا ہے جس میں پروردگار نے پیغمبر اکرمؐ کو حکم دیا: "اے پیغمبر عورتوں سے بیعت لو"[۲]؛ لہٰذا اسلامی نظام میں حرمت کے تحفظ اور عفت و پاکدامنی کا خیال رکھتے ہوئے عورت کا سیاسی امور میں شرکت کرنا بلامانع ہے۔

۳۔ **شوہر کے انتخاب میں خواتین کا مستقل ہونا:** گھریلو حقوق کے اہم اور بنیادی موضوعات میں سے ایک، انتخاب ہمسر کا حق ہے کہ یہ حق عورت و مرد دونوں کے لئے رکھا گیا ہے۔ دیکھا جائے تو نکاح کے دوران جو الفاظ جاری کئے جاتے ہیں اس میں عورت تجویز رکھتی ہے اور مرد قبول کرتا ہے لہٰذا خواتین کی آزادی اور ان کا حق بالکل محفوظ ہے۔ زمانہ جاہلیت کے بہت سے نکاح کو اسلام نے منسوخ کر دیا اور باکرہ لڑکی کی شادی میں ولی

۱۔ اذا بلغت المراۃ وھی رشیدہ دفع الیھا مالھا وجاز لھا ان یتصرف فیہ سوا کان لھا زوج او لم یکن لھا زوج فتصرفھا لا یفتقر الی اذن زوجھا (مہرپور، حسین؛ مباحثی از حقوق زن، ص۳۶۔۳۵)

۲۔ یا ایھا النبی اذا جائک المومنات ۔۔۔ فبایعھن (سورہ ممتحنہ، آیت ۱۲)

کی اجازت کی شرط ایک خاص مقصد اور فلسفہ کی خاطر ہے اور اگر اس حق کا استعمال ولی، لڑکی کی مصلحت میں نہ کرے تو اس سے یہ حق سلب ہو جائے گا ایسی صورت میں لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر شادی کر سکتی ہے۔

گھر کی سربراہی:

گھر اور خاندان میں بیوی کے حقوق کو اندیکھا کرنے کا ایک سبب گھر کی سربراہی ہے اور اسلام نے یہ ذمہ داری مرد کے کاندھوں پر رکھی ہے۔ اس موضوع کا تحلیلی جائزہ لینے کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ گھر میں سربراہ کے ہونے کی اہمیت اور ضرورت پر گفتگو کر لی جائے اور جب یہ ضرورت ثابت ہو جائے تو دیکھیں کہ عورت و مرد میں سے کون اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے مناسب ہے؟

کسی بھی جماعت میں نظم و ضبط کو قائم کرنا اس بات پر منحصر ہے کہ اس گھر کی قیادت و سربراہی کے لئے فرد میں کتنی قابلیت اور لیاقت پائی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف گھر کے امور میں بے نظمی، بے تدبیری، بے توجہی، سربراہ کی سستی اور ذمہ داریوں سے غفلت کسی بھی گھر کا شیرازہ بکھرنے کے لئے کافی ہے۔ حضرت علیؑ کے فرمان کے مطابق لوگوں پر حاکم کا ہونا ضروری ہے چاہے نیک ہو یا برا۔[1]

گھر کا نظام بھی اس قانون سے الگ نہیں ہے بلکہ گھر کا ماحول چونکہ انسان کے لئے چین و سکون کا ذریعہ اور گھر کے افراد کے درمیان روحانی، جذباتی اور اخلاقی تعلق برقرار کرنے کی جگہ ہے لہٰذا اسکی سرپرستی و رہبری نہایت ذمہ داری والا اور ظرافتوں سے بھرا کام ہے۔ روشن ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے اپنے ہی تقاضے ہوتے ہیں۔ بسا اوقات پابند رہنا پڑتا ہے اور انفرادی آزادی کو سماج و نظام کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے۔

خلاصہ اگر یہ طے کر لیا جائے کہ عورت و مرد گھر میں مشترکہ فیصلہ کریں اور گھر چلائیں تو پتہ نہیں سلیقوں میں اختلاف کی صورت میں اسے کیسے حل کیا جائے؟ کیا یہ گھرانہ کے حق میں ہے کہ رہائش اور بچوں کی تربیت جیسے مسائل کورٹ کچہری میں حل ہوں؟ کیا اس بنیاد پر گھریلو نظام کے لئے کوئی قانون لکھ سکتے ہیں؟ واضح رہے کہ مرد کو سرپرستی صرف قانون کے ذریعہ حاصل نہیں ہے بلکہ اس کی شخصیت، اخلاقی خصوصیت، اور اس کی کمائی سے بھی وابستہ ہے اور اس میں معاشرتی کلچر و ثقافت کا بھی نمایاں کردار ہے۔ گھر کا سربراہ کوئی بھی ہو، عادتوں اور خاندان کی رسومات و اقدار سے تجاوز نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایسا کیا تو اس کی سربراہی سلب ہو جائے گی۔

۱۔ انہ لابد للناس من امیر بر او فاجر (نہج البلاغہ، خ ۴۰)

گھر کے سربراہ کا تصور: گھر کے سربراہ کا تصور، ہر سماج کی عادتوں اور رسومات کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ گذشتہ صدی میں مرد کی سربراہی مطلق اور بغیر کسی قید و شرط کے ہوتی تھی لیکن آج مرد کی سربراہی سماجی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے زیادہ مشابہ ہے بجائے اسکے کہ انفرادی حقوق کی ادائیگی کرائی جائے اور یہ وہی چیز ہے اسلام میں جسے خاص اہمیت حاصل ہے۔[1]

گھریلو امور کو چلانے میں سب سے پہلے گھر کے افراد سے رائے مشورہ کیا جائے اور نیک برتاو کے ذریعہ فیصلہ لیا جائے اور اگر مشورے سے اختلافی موارد حل نہ ہوسکے تو آخری فیصلہ گھر کے سربراہ یعنی مرد کا ہوتا ہے۔ البتہ واضح رہے کہ اسلام کے مسلمہ اصول کے مطابق کوئی بھی اپنے حق کو منوانے کے لئے کسی دوسرے کو یا عمومی منفعتوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے لہذا گھر کا سربراہ بھی اپنا حق منوانے کے لئے عورت کو یا گھر کی بنیاد کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔[2]

گھر میں مرد کی سربراہی پر فقہی دلائل

جیسا کہ بیان ہوا گھر میں مرد کی سربراہی پر فقہی دلیل خود سورہ نسا کی آیت نمبر ۳۴ ہے۔ اس وجہ سے منطقی اور اصولی طریقہ سے اس آیت کے فقہی اور تفسیری پہلوؤں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ ابتدا میں اس آیت کے بنیادی الفاظ کا جائزہ لیں گے اس کے بعد فقہا اور مفسرین کے نظریات کو بیان کریں گے۔

لفظ رجال: رجال جمع ہے رَجُل کی جس کے معنی مرد کے ہیں۔ ماہرین لغت کا کہنا ہے کہ یہ لفظ صرف مذکر چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ "رجال" اپنے تمام مشتقات کے ساتھ ۵۷ جگہ آیا ہے جیسا کہ لفظ "نسا" اور "نسوہ" بھی ۵۷ مرتبہ ہی آیا ہے۔ ۲۴ جگہوں پر واحد کی صورت میں (رجل) اور ۵ مرتبہ تثنیہ کی صورت میں (رجلین/رجلان) اور ۲۸ مرتبہ رجال کی صورت میں ذکر ہوا ہے۔ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ۵۷ موارد میں سے دو مورد کو چھوڑ کر یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ رجال وہی مرد یعنی عورت کی ضد کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

البتہ کچھ آیتوں کے سیاق و سباق پر غور و فکر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ رجل ہر جگہ صرف مردوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جنسیت کو نظر میں رکھے بغیر حکم میں عورتوں کو بھی شامل کرنا ہوگا۔ منجملہ یہ موارد:

۱۔ کاتوزیان، ناصر، فلسفہ حقوق، ص ۱۶۵ ۲۔ ایضاً، ص ۱۶۶

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۔ترجمہ: اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے[۱]۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۔ترجمہ: اور اعراف والے ان لوگوں کو جنہیں وہ نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے آواز دیں گے[۲]۔

اصحاب اعراف کون لوگ ہیں اس سلسلہ میں مفسرین میں دس سے زیادہ نظریات پائے جاتے ہیں۔علامہ طباطبائی المیزان میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر رجال کا لفظ نکرہ کی صورت میں الف لام کے بغیر آئے تو لغت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ پوری توجہ افراد کی شانیت اور حیثیت پر ہوئی ہے چونکہ عام طور پر رجال ایسے انسان کو کہا جاتا ہے جو ارادہ و تعقل میں قوی و مضبوط ہو جیسا کہ ان آیتوں میں ذکر ہوا ہے:

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله[۳]

وما ارسلناك من قبلك الا رجالا[۴]

وفيه رجال يحبون ان يتطهروا[۵]

ورجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه[۶]

ما لنا لا نرى رجالا[۷]

وان كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن[۸]

لہٰذا رجال سے مراد وہ افراد ہیں جو انسانیت کے لحاظ سے مرتبہ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ ان میں بعض خواتین بھی شامل ہوتی ہیں لیکن غلبہ کی وجہ سے مرد کے لئے استعمال ہوا ہے۔

لغت میں لفظ "قوام" کا استعمال: اس لفظ کی جڑ "ق و م" ہے جس کے معنی ہیں کھڑے ہونا اور اس کی ضد ہے بیٹھنا۔ قیوم کی طرح قوام بھی صیغہ مبالغہ ہے ماہرین لغت کے نزدیک قوام صیغہ مبالغہ کی صورت میں نظام، معیار اور خیمہ کے ستون کے معنی میں ہے یعنی کوئی ایسی چیز جو اپنی اولاد کو محفوظ رکھے تاکہ وہ اپنے پیروں

۱۔ سورہ اعراف، آیت ۴۶

۲۔ سورہ اعراف، آیت ۴۸

۳۔ سورہ نور، آیت ۲۳

۴۔ سورہ یوسف، آیت ۱۰۹

۵۔ سورہ توبہ، آیت ۱۰۸

۶۔ سورہ احزاب، آیت ۲۳

۷۔ سورہ ص، آیت ۶۲

۸۔ سورہ جن، آیت ۲۶

پر کھڑے ہو جائیں۔ اس کے علاوہ دوسروں کو گرنے نہ دے اور ان کی بقااور مسلسل جاری رہنے میں موثر ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کسی بھی چیز کو باقی اور قائم رکھنے میں تدبیر، دوراندیشی اور صحیح پلاننگ کی ضرورت ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں لفظ قوام تین جگہوں پر استعمال ہوا ہے۔

۱۔ سورہ نساء، آیت نمبر ۳۴

۲۔ سورہ نساء، آیت نمبر ۱۳۵

۳۔ سورہ مائدہ، آیت نمبر ۸

اسی طرح سے لفظ قیوم بھی تین جگہوں پر پروردگار کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ مفسرین اور فقہاء کا ماننا ہے کہ سیاق و سباق کو نظر میں رکھتے ہوئے قرآن مجید میں لفظ "قوام" سیاستمدار، امیر، مدبر، والی، اور امر و نہی کرنے والے کے معنی میں ہے۔

قرآن مجید میں لفظ فضل کا مفہوم: کچھ لوگوں نے بما فضل اللہ کا معنی ظاہر کے برخلاف کیا ہے۔ اُن کا ماننا ہے کہ یہ آیت خواتین پر مرد کی برتری کی جانب اشارہ نہیں کر رہی ہے اور اگر اسے فضیلت ماننا ہی ہے تو یہ ایک وضعی اور توافقی فضیلت ہے جو گھر کے نظام کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ عربی لغت میں فضل، اضافہ، فوقیت، امتیاز اور برتری کے معنی میں آیا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ فضل اپنے تمام مشتقات کے ساتھ ۲۰ مختلف موضوعات میں ۹۹ بار سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے الٰہی فضل، انسانوں کی ایک دوسرے پر برتری، انبیا کی دوسروں اور خود ایک دوسرے پر برتری، بنی اسرائیل کی برتری اپنے زمانے کے لوگوں پر، مجاہدوں کی بیٹھنے والوں پر برتری، مرد کی عورت پر برتری اور دوسروں پر برتری کی خواہش کی مناہی۔ قرآن مجید میں لفظ فضل کے استعمال کو دیکھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ برتری دو طرح کی ہوتی ہے:

الف: اصل خلقت میں تکوینی لحاظ سے برتری۔ یہ برتری انبیا کی برتری اولیائے الٰہی پر، دوسرے موجودات پر انسان کی اور خواتین پر مرد کی برتری سے مخصوص ہے چونکہ یہ تکوینی امور ہیں لہٰذا پروردگار سے ان کی خواہش کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ب: اکتسابی فضیلت، الٰہی فیض کا ایک حصہ ہے جو لوگوں کی طلب، حالات اور محنت و مشقت سے حاصل ہوتی ہے:

یبتغون فضلا مّن اللہ[1]

واسئلو اللہ من فضلہ[2]

فضیلت کی یہ قسم ہے جس کی خواہش سے روکا نہیں گیا ہے بلکہ حکم ہوا ہے کہ ہم پروردگار سے چاہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ سورہ نسا کی آیت نمبر ۳۴ اور آیت نمبر ۳۲ کی فکری راہ کو ہموار کرنے کے لئے ہے کہ ولا تتمنوا ما فضل اللہ۔ اگر یہ قوّامیت (بما فضل اللہ) میں سے ہے اور پروردگار نے اسے کچھ لوگوں سے مخصوص کیا ہے تو جو اُس سے محروم ہیں انھیں اسے طلب کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ جس چیز کو پروردگار نے کسی سے مخصوص کیا ہے پھر اس میں تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی ہے لہٰذا فضل کو فضل ممدوح اور فضل مذموم میں تقسیم کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ فضل پروردگار صرف اور صرف ممدوح اور حَسَن ہے اور قرآن کریم نے جس کی مذمت کی ہے وہ بالا دستی اور احساس برتری ہے: ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم[3]۔

سورہ نسا کی آیت قوّامون کے سلسلہ میں مفسرین کے نظریات: آیت کے ذیل میں سب سے پہلے فقہا اور مفسرین کے نظریات کو بیان کریں گے اور اس کے بعد نتیجہ حاصل کیا جائے گا۔

۱. تفسیر الدر المنثور سیوطی: امرا علیھن: خواتین پر حاکم ہونا
۲. تفسیر کشاف زمخشری و تفسیر کنز الدقائق: یقومون علیھن آمرین ناھین کما یقوم الولاہ علی الرعایا: خواتین کے امور میں انھیں امر و نہی کرنا جیسے حاکم رعایا کے امور میں امر و نہی کرتے ہیں۔
۳. تفسیر شبر: مسلطون علی النسا والقائمون بشئوھن: مرد، عورتوں پر مسلط اور ان کے امور کو قائم کرنے والے ہیں۔
۴. تفسیر روح البیان و تفسیر الجواہر طنطاوی: قائمون بامر المصالح...قیام الولاہ علی الرعیہ: مصلحتی امور کو قائم کرنا جیسے حاکم رعایا کے امور کو قائم کرتی ہے۔
۵. تفسیر بیضاوی: فھم کالولاۃ والنسا کالرعیہ: مرد حاکموں کی طرح ہیں اور خواتین انکی رعایا کی طرح۔

۱۔ سورہ جمعہ، آیت ۴
۲۔ سورہ نساء، آیت ۲۲
۳۔ سورہ مومنون، آیت ۲۴

۶. فخر رازی: مسلطون علی ادبھن و الاخذ فوق ایدیھن فکانه تعالی جعله امیرا علیھا و نافذ الحکم فی حقھا: مردوں کو عورتوں پر مسلط کیا گیا ہے تاکہ وہ انھیں ادب سکھائیں۔ مردوں کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے گویا پروردگار نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا ہے اور خواتین کے بارے میں مردوں کے حکم کو نافذ قرار دیا ہے۔

۷. تفسیر المنار: ان من شانھم المعروف والمعھود القیام علی النسا بالحمایة والرعایة و الولایة والکفایة: مردوں کی ایک مشہور شانیت یہ ہے کہ حمایت، رعایت، حکومت اور کفایت کے ذریعہ خواتین کے امور کو قائم کریں۔

۸. تفسیر القاسمی: وھو القائم بالمصالح والتدبیر ای مسلطون علی ادب النسا: مصلحتوں اور تدبیر کو قائم کرنا یعنی خواتین کے امور پر مسلط ہونا۔

۹. تفسیر صافی: قیام الولاہ علی الرعیہ: حاکموں کا اپنی رعیت پر مسلط ہونا۔

۱۰. تفسیر المراغی: والمراد بالقیام الریاسة: قیام سے مراد ریاست ہے۔

۱۱. تفسیر تبیان: قوامون بالتادیب والتدبیر: تادیب وتدبیر کے لئے قیام کرنے والے۔

۱۲. تفسیر ابن کثیر و تفسیر روح المعانی: الرجل قیم علی المراة، ھو رئیسھا و کبیرھا الحکام علیھا مودبھا: مرد، عورت پر قیّم ہے یعنی اس کا سربراہ اور بزرگ ہے اور اس پر حکومت کا مطلب ہے کہ اس کی تادیب وتربیت کرنا۔

۱۳. تفسیر قرطبی: قوام للمبالغه من القیام علی الشی والاستبداد بالنظر فیه و ھو ان یقوم بتدبیرھا و امساکھا فی بیتھا: قوام، کسی چیز کے قیام کا مبالغہ اور اس میں اپنی رائے کو نافذ کرنا ہے اور وہ اس طریقہ سے ہے کہ عورت کے امور کو تدبیر کرنا جیسے شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی گھر سے باہر نہ جائے۔

۱۴. تفسیر احکام القرآن جصاص: قیامھم علیھن بالذب والتدبیر والحفظ والصیانة: تدبیر، جانبداری، تحفظ اور نگہبانی کے ذریعہ خواتین کے امور کو قائم کرنا ہے۔

۱۵. تفسیر آلاء الرحمٰن بلاغی: القوام کثیر القیام و قام علی الشی فی تدبیره و اصلاح شئونه و منه القیم فھم قوامون بحب ناموس الخلقة والفطرة: قوام یعنی کثرت سے قیام کرنا اور کسی چیز کا قیام یعنی

اس کی تدبیر کرنا اور اس کے حالات کی اصلاح کرنا اور اسی باب سے لفظ قیّم ہے لہٰذا فطری و تخلیقی بنیادوں پر مرد، خواتین کے امور میں قیام کرنے والے ہیں۔

۱۶. تفسیر متشابہ القرآن و مختلفہ ۔ محمد بن علی بن شہر آشوب: الرجال قوامون فیه دلالة علی ان الامامة لا تصلح الا فی الرجل دون النسا و کذلك النبوة: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ امامت و نبوت صرف مردوں کے لئے سزاوار ہے۔

۱۷. محجۃ البیضاء، فیض کاشانی: الرجال قوامون علی النسا فله ان یودبها و یحملها علی الطاعة قهرا و لکن ینبغی ان یتدرج فی تادیبها: مرد، عورتوں پر قوامیت رکھتے ہیں لہٰذا مرد کی ذمہ داری ہے کہ عورت کو تادیب و تربیت کرے نافرمانی کی صورت میں اسے اطاعت پر مجبور کرے اور بہتر یہ ہے کہ یہ تادیب تدریجی ہو۔

۱۸. تفسیر المیزان: القیم هو الذی یقوم بامر غیره.. الرجال قوامون علی النسا غیر مقصور علی الازواج بان یختص القوامیة بالرجل علی زوجته بل الحکم مجعول لقبل الرجال علی قبیل النسا فی الجهات العامه: قوام یعنی کسی دوسرے کے امور میں قیام کرے۔ اور آیت شوہر و بیوی سے مخصوص نہیں ہے کہ شوہر بیوی کا حاکم و رئیس ہے بلکہ حکم کو قرار دیا گیا ہے کہ مرد عمومی طور پر عورتوں پر حاکم ہے۔

اب تک مفسر اور مترجم حضرات نے جو بیان کیا ان کے علمی مراتب کے پیش نظر ان کے نظریات کو چند حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

الف: شیعہ و سنی تمام مفسروں نے لفظ قوام کو امیر، حاکم، مدیر، تادیب پر مسلط، حافظ، اصلاح و تدبیر کا ذمہ دار اور امر و نہی کرنے والا سیاست گزار تفسیر کیا ہے اور اس طرح کی ریاست کو اس چیز سے تشبیہ دی ہے جیسے حاکم اپنی رعایا پر حکمرانی کرتا ہے۔

ب: بعض نے قوامیت کو اسی مشہور معنی میں تفسیر کیا ہے البتہ اس فرق کے ساتھ کہ اس سے مراد وہ سربراہی نہیں ہے جو شوہر اپنی بیوی پر رکھتا ہے اور اسی وجہ سے بیوہ اور غیر شادی شدہ خواتین کو اس سلطہ سے خارج جانا ہے۔ یہ نظریہ استاد شہید مطہری اور استاد جوادی آملی کا ہے۔[1]

۱۔ نظام حقوق زن در اسلام، ص۲۱۷؛ جوادی آملی، عبد اللہ، زن در آئینہ جلال و جمال، ص ۳۹۳

گھر پر مرد کی ریاست

لغت کے اعتبار سے آیت کے الفاظ، قرآنی استعمال اور مفسرین کے نظریات کو جاننے کے بعد آیت کی تجزیہ و تحلیل پیش کی گئی اور پہلے مرحلہ میں سیاق آیت پر توجہ کریں گے۔ سورہ نسا کی آیت نمبر ۳۲ میں ذکر ہوا ہے ولا تتمنوا ما فضل الله۔۔۔وہ فضیلت و برتری جو پروردگار نے تم میں سے بعض کو دی اور بعض کو نہیں دی تو جسے یہ فضیلت نہیں ملی ہے وہ اس کی تمنا نہ کرے (چونکہ یہ قدرتی و حقوقی فرق سماجی نظام کی بہتری اور عدالت کی بنیاد پر ہے) مرد جس چیز کو حاصل کرتے ہیں وہ اس کے مالک ہیں اور عورتیں جو کماتی ہیں اس کی مالک ہیں کسی کا بھی حق پامال نہ ہو اور پروردگار کے فضل سے درخواست کرو۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۸ میں بھی اسی مضمون کی جانب اشارہ ملتا ہے: وللرجال علیھن درجۃ۔ مرد، خواتین پر برتری رکھتے ہیں۔ اور سورہ زخرف کی آیت نمبر ۳۲ میں اس برتری اور تفوق کی حکمت بھی بیان ہوئی ہے:

"تو کیا یہی لوگ رحمت پروردگار کو تقسیم کررہے ہیں حالانکہ ہم نے ہی ان کے درمیان معیشت کو زندگانی دنیا میں تقسیم کیا ہے اور بعض کو بعض سے اونچا بنایا ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور رحمت پروردگار ان کے جمع کئے ہوئے مال و متاع سے کہیں زیادہ بہتر ہے"۔

سورہ نسا کی آیت نمبر ۳۲ میں صلاحیتوں کے ذکر کے بعد بلا فاصلہ ارشاد ہوتا ہے: للرجال نصیب۔۔۔۔ مرد اور عورت ہر کسی کو اس کی محنت کا ثمر ملے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے بجائے اس کے کہ جو صلاحیت پروردگار نے نہیں دی ہے اس کی آرزو اور تمنا کی جائے، اللہ کے فضل و کرم سے فائدہ اٹھائیں۔

اور ان تمام باتوں کو بیان کرنے کے بعد آیت نمبر ۳۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

الرجال قوامون علی النسا بما فضل الله بعضهم علی بعض و بما انفقوا۔

ترجمہ: مرد عورتوں کے حاکم اور نگراں ہیں ان فضیلتوں کی بناپر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہیں اور اس بناپر کہ انہوں نے عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے۔

آیت میں عورت پر مرد کی سرپرستی کی جو حکمت اور دلیل بیان ہوئی ہے اس میں دو اہم نکتہ موجود ہے:

پہلا: فطری خوبی اور فطری فرق میں دور اندیشی، غور و فکر اور زندگی کی سختیوں اور مشکلات کے سامنے ڈٹ جانے کی صلاحیت شامل ہے جو عموماً نسوانی دقت نظر، لطافت اور جذباتی احساسات سے مطابقت نہیں رکھتی۔

حضرت علیؑ کی تعبیر کے مطابق عورت پھول کی طرح ہے وہ خادمہ نہیں ہے[1]۔ امام علیہ السلام نے اپنے بلیغ بیان سے واضح کر دیا کہ عورت پھول کی مانند ہے لہٰذا سخت اور طاقت فرسا کام اس کی حساس و لطیف روح سے ساز گار نہیں ہے۔

دوسرا: حق اور ذمہ داری میں تعادل و توازن کی بنیاد پر نفقہ دینا کس کی ذمہ داری ہے، اسے بیان کیا جاتا ہے جب گھر کے تمام اخراجات مرد کے کاندھوں پر ہوں تو حکمت و عدل کا تقاضا یہ ہے کہ گھر کی ریاست کی ذمہ داری بھی اسے ہی دی جائے۔ اس کے علاوہ یہ حق جتنا مردوں کے حق میں ہے اتنا ہی ان کے اوپر ذمہ داریاں لے کر آتا ہے کیونکہ گھر میں کسی بھی مدیر و نگراں کا نہ ہونا واضح طور پر باطل و غلط ہے اور یہ ذمہ داری کسی خاتون کے حوالہ کرنا اس کے زنانہ مزاج اور لطیف روح کے خلاف ہے۔ ساتھ ہی معقول نہیں ہے کہ گھر کے اخراجات کو مرد پورا کرے اور اسے چلانے اور اس کی نگرانی کی ذمہ داری کسی اور کو دی جائے۔

عبداللہ بن سنان کو لکھے گئے خط میں امام رضاؑ اسی حق اور ذمہ داری کے تعادل و توازن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اب میراث کے مسائل میں عورتوں کو مردوں سے نصف میراث ملے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت شادی کے بعد لینے والی اور خرچ کرنے والی ہوتی ہے اور مرد دینے والا اسی وجہ سے مرد سے زیادہ عورت بہرہ مند ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ عورت کا شمار مرد کے عیال میں ہوتا ہے لہٰذا مرد کی ذمہ داری ہے کہ اس کی دیکھ بھال کرے لیکن عورت پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور خدا کی بھی آیہ الرجال قوامون علی النسا میں یہی مراد ہے۔"[2]

جیسا کہ بیان ہوا امام رضاؑ آیت بما انفقوا کے ذیل میں حق اور ذمہ داری میں تعادل و توازن کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

شہید مطہری لکھتے ہیں:

"قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوا ہے بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض۔ یہ نہیں کہا بما فضل اللّٰہ الرجال علی النسا۔ یہ اشارہ ہے اس جانب کہ بعض کو بعض پر فضیلت

۱۔ ولا تملك المراة من امرها ما جاوز نفسها فان المراة ریحانة و لیست بقھرمانة، (نہج البلاغہ، نامہ ۳۱) وہ کام جو عورت کی توانائی کے باہر ہو اسے مت دو کیونکہ عورت ایک پھول کی طرح ہے وہ خادمہ نہیں ہے۔

۲۔ حویزی عروسی، علی بن جمعہ؛ تفسیر نور الثقلین، ص ۴۷۷

حاصل ہے یہ نہیں کہا گیا کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے چونکہ یہ پیغام دینا مقصد تھا کہ کچھ خصوصیت ایسی ہیں جن کی وجہ سے مرد، عورت پر برتری رکھتا ہے اور کچھ خصوصیت ایسی ہیں جن کی وجہ سے عورت، مرد پر برتری رکھتی ہے۔ اور باہمی طور پر ان دو برتری کا لازمہ یہ ہے کہ مرد، عورت پر حاکم ہو"۔[1]

نتیجہ

اگرچہ آج کل مغرب میں خواتین کے حقوق کے بارے بحث و مناظرے ت نظری اور عمل دونوں میدان میں کافی زور و شور سے ہو رہے ہیں لیکن اسلام کے حقوقی نظام میں یہ موضوع زمان قدیم سے گفتگو کا محور رہا ہے۔ اس تحریر میں گھر میں بیوی کے حقوق، مصلحت اور مفسدہ کی بنیاد پر گھر کی سربراہی، احکام میں واقعیت کی جانب توجہ اور حق و ذمہ داری کے درمیان تعادل و توازن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے نیز اسلام عورت و مرد کو ذاتی مال کے خرچ کرنے، سیاسی حقوق اور ہمسر کے انتخاب میں مساوی جانتا ہے۔

منابع و مآخذ

- آلبر مالہ وژول ایزاک، تاریخ ملل شرق، مترجم عبدالحسین ہژیر، انتشارات معارف، تہران، ۱۳۰۹
- ابن کثیر، حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر، تفسیر ابن کثیر، بیروت
- انصاری، خواجہ عبداللہ، تفسیر کشف الاسرار، انتشارات امیر کبیر، تہران، ۱۳۶۳
- بیضاوی، ناصر الدین عبداللہ بن عمر شیرازی، تفسیر بیضاوی، موسسہ اعلمی، بیروت، ۱۴۱۰
- مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، دارالکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۲
- جوادی آملی، عبداللہ، زن در آئینہ جلال و جمال، مرکز نشر اسرا، قم، ۱۳۷۶
- حقی، اسماعیل، تفسیر روح البیان، دار احیاالتراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ق
- حویزی عروسی، علی بن جمعہ، تفسیر نور الثقلین (ج۱) مطبعہ علمیہ، بیروت، ۱۳۸۳
- رازی، ابی بکر احمد بن علی، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب العربی، بیروت
- رشید رضا، محمد، تفسیر المنار،، دار المنار،، قاہرہ، ۱۳۷۴
- زمخشری، حمود بن عمر، تفسیر کشاف، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ق
- سیوطی، عبدالرحمٰن جلال الدین، تفسیر در المنثور، بیروت، ۱۴۰۳

۱۔ میر خانی، عزت السادات؛ رویکرد دینی نوین در روابط خانوادہ، ص ۱۵۹

- شبر، سید عبداللہ، تفسیر شبر، مکتبہ الفین، کویت، ۱۴۰۷
- صحیفہ سجادیہ، مترجم عباد زادہ، انتشارات گلبرگ، قم، ۱۳۷۷
- طبرسی، شیخ ابو علی فضل بن حسن، تفسیر مجمع البیان، دار الفکر، بیروت،، ۱۳۳۹
- طبری، ابن جریر، تفسیر جامع البیان، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵
- طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، مکتبہ الہلال، بیروت،، ۱۹۸۵
- طوسی، محمد بن حسن، تفسیر تبیان، دار احیاالتراث العربی، بیروت، ۱۴۱۲
- فخر رازی، امام محمد، تفسیر کبیر فخر رازی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۳
- قاسمی، جمال الدین محمد، تفسیر القاسمی، دار الفکر، بیروت،، ۱۳۹۸
- قرطبیؒ، ابن عبداللہ محمد بن محمد انصاری قرطبیؒ، دار احیاالتراث العربی، بیروت، ۱۴۱۶
- کاتوزیان، ناصر، فلسفہ حقوق، شرکت سہامی انتشار، تہران، ۱۳۸۱
- کریسٹین سن، آرتور، ایران در زمان ساسانیان، مترجم رشید یاسمی، انتشارات دنیای کتاب، تہران، ۱۳۷۴
- لاہیجی، بہاالدین محمد، تفسیر شریف لاہیجی، انتشارات علمی، تہران، ۱۳۶۳
- مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، مؤسسہ الوفا، بیروت، ۱۴۰۳
- مراغی، احمد مصطفیٰ، تفسیر، دار احیاالتراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵
- مطہری، مرتضی، نظام حقوق زن در اسلام، انتشارات صدرا، قم، ۱۳۷۲
- مہرپور، حسین، مباحثی از حقوق زن، مؤسسہ اطلاعات، تہران، ۱۴۷۹
- میر خانی، عزت السادات، رویکردی نوین در روابط خانوادہ، سفیر صبح، تہران، ۱۳۷۹
- نجفی، محمد حسن، جواہر الکلام، دار احیاالتراث العربی، بیروت، ۱۹۸۱
- نہج البلاغہ، سید رضی، نشر امام علی، قم، ۱۳۶۹
- ویل ڈورنٹ، تاریخ تمدن، مترجم مہرداد مہرین، انتشارات اقبال، تہران، ۱۳۰۹